مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ ❀

ایک دُھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے !

متوسط قد وقامت، جسم لحیم وشحیم، سانولا چہرہ اوراس پر معصومیت کا نکھار، داڑھی کے صرف چند بال، پیشانی کسی قدر چھوٹی، آنکھوں سے بلا کی ذہانت آشکار، سر کے بال باوجود سن رسیدہ ہونے کے سیاہ اورکسی قدر گھنے، لباس فقیرانہ، رہن سہن دُرویشانہ، جسم بیماری میں گھلا ہوا اوردل ودماغ اُمت کے درد میں، حق گوئی میں شمشیرآبداراوردوستوں کے لئے حریرودیباج کی طرح نرم وبردبار، گفتگو میں شبنم کی ٹھنڈک اورقندونبات کی مٹھاس، تقریروخطاب میں دلوں کو رُلانے اورآنکھوں کونم کرنے والا سوز وگداز، ہرمجلس میں میرمجلس اور ہرمحفل میں زیب محفل، سیاست کی رزم ہو یا دانشوران کج خیال کا جمگھٹا، ہرمیکدہ میں اس طرح نظرآنے والے کہ گویا ساقی ہو نہ کہ میکش اوررہبر ہو نہ کہ راہی، اُمت پر کہیں کوئی آفت آئے اورسینہ اس کی کسک سے معمور، پتھر دنیا میں کہیں کسی مسلمان پر پڑے چوٹ اس کی آپ کے سینہ پر محسوس، جوہرشناس اور صلاحیتیوں کے قدرداں، تعصب، تنگ نظری اور مسلکی گروہ بندی سے ماوراء، رزم حق وباطل میں شمشیراورحلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم — ان شمائل وخصائل کواپنے ذہن میں ترتیب دیں اورشخصیت، فکرونظراورکرداروعمل کی جوتصویرذہن میں اُبھرے، اس پر لکھ دیں ''مجاہدالاسلام قاسمیؒ''۔

ملتِ اسلامیہ ہند کے سب سے باوقاراورمتفق علیہ پلیٹ فارم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدرعالی قدر، آل انڈیا ملی کونسل کے بانی اورذمہ داراعلیٰ، اسلامک فقہ اکیڈمی کے بانی

❀ پیش لفظ مع اضافہ: چند اہم فقہی مباحث، تالیف: حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ۔

ومؤسس اور سکریٹری جنرل، مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے رکن، رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم مجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ کے ممبر، امارت شرعیہ بہار و اُڑیسہ، جھارکھنڈ کے قاضی القضاۃ اور نائب امیر شریعت، الامین ایجوکیشنل ٹرسٹ بنگلور کی جانب سے کمیونٹی لیڈر شپ ایوارڈ پانے والے، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی کی جانب سے شاہ ولی اللہ ایوارڈ کے حامل، ''افمی'' (امریکن فیڈریشن آف مسلمس) کی طرف سے سید ابوالحسن علی ندوی ایوارڈ یافتہ، ''میسی'' (مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف ساؤتھ انڈیا) کی جانب سے بہترین اسلامی شخصیت ایوارڈ حاصل کرنے والے، شریعتِ اسلامی کی تطبیق کے لئے قائم حکومت کویت کی اعلیٰ مشاورتی کمیٹی کی طرف سے فقہی ایوارڈ، سعودی عرب، کویت، مصر، عرب امارات، جنوبی افریقہ، امریکہ، برطانیہ، ایران، پاکستان، بنگلہ دیش، بخارا، سمرقند و برونائی اور مختلف بیرونی ممالک کے دعوتی و عملی اسفار سے سرفراز، عہدے اور مناصب کی آپ سے زینت تھی، نہ کہ آپ کی عہدوں سے۔

پیدائش عیسوی سے ۱۹۳۶ء، وطن ہندوستان کی معروف مردم خیز اور علم و عمل سے عطر بیز سرزمین بہار کے ضلع دربھنگہ میں قصبہ جالے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خلجیوں کے عہد سے ہی اسلام کی آمد سے سرخرو ہوا، مسلم دورِ حکومت میں بھی عہدۂ قضاء اس خاندان کی شناخت رہا ہے اور اسی نسبت سے جس محلہ میں آپ کا مکان ہے، وہ 'قاضی محلہ' کہلاتا ہے، والد ماجد حضرت مولانا عبدالاحد صاحب ؒ شیخ الہند کے ممتاز تلامذہ میں تھے، انھوں نے دارالعلوم دیوبند سے امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی، بہار ہی میں مدتوں حدیث کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیا، تدریس کے علاوہ تقریر و مناظرہ میں بھی اپنے عہد کے ممتاز لوگوں میں تھے، شیخ الہند کے بعد حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری ؒ سے اصلاحی تعلق رہا، عرصہ تک امارت شرعیہ کے رکن رکین رہے، ان کی حضرت حاجی منور علی صاحب ؒ خلیفہ اجل حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ؒ بانی مدرسہ امدادیہ سے قرابت بھی تھی، والدہ مولوی محمد جمیل صاحب کی صاحبزادی تھیں، ان کی والدہ بی بی

نجوم فاطمہ سید عبد الفتاح صاحب (نستہ) کی صاحبزادی تھیں، جو اپنے وقت کے صاحب معرفت بزرگوں میں سے تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، عربی کی متوسطات کی تعلیم مدرسہ محمود العلوم دملہ، مدرسہ امدادیہ در بھنگہ اور دار العلوم مئوناتھ بھنجن میں حاصل کی، ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۵ء دار العلوم دیو بند میں آپ کو استاذ الاساتذہ علامہ بلیاویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا فخر الحسنؒ مراد آبادیؒ، حضرت مولانا محمد حسین بہاریؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب اور دیگر اکابر علماء اور نادرۂ روزگار اساتذہ سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا اور مراسلت نیز مضامین پر اصلاح کے ذریعہ گاہے گاہے سید القلم مولانا مناظر احسن گیلانیؒ سے بھی آپ نے استفادہ فرمایا تھا۔

دیو بند سے فراغت کے بعد مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ایماء پر جامعہ رحمانی مونگیر تشریف لے گئے، ۱۹۵۵ء-۱۹۶۲ء جامعہ رحمانی مونگیر میں عربی کی ابتدائی کتابوں سے لے کر منتہی کتابوں تک کا درس دیا، پھر چند سال کے وقفہ کے بعد ۱۹۶۹ء میں امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کی خواہش پر دوبارہ ایک سال تدریس کی خدمت انجام دی اور ابوداؤد وغیرہ کے اسباق آپ کے ذمہ رہے، اہم بات یہ ہے کہ جس توجہ سے آپ نے اونچی کتابیں پڑھائیں، اسی انہماک والتفات کے ساتھ ابتدائی کتابوں کے درس کا بھی اہتمام کیا، اسی لئے جن شاگردوں نے آپ سے ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں، ان پر بھی آپ کی تعلیم وتربیت کے نقوش اتنے ہی گہرے ہیں جتنی اونچی کتابیں پڑھنے والوں پر۔

مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ کی جوہر شناس نگاہ نے آپ کی خداداد صلاحیت کو بھانپ کر ایک ایسے وقت میں امارت شرعیہ کا شعبۂ قضاء اور شعبۂ انتظام آپ کے حوالہ کیا، جب امارت شرعیہ کا سارا نظام عملاً مفلوج ہوگیا تھا اور عرصہ سے دار القضاء کسی ایسے صاحب نظر اور فقہ اسلامی کی روح کے شناسا قاضی سے خالی تھا، جو اس جلیل القدر عہدہ کی اہمیت کو پورا کرتا؛ چنانچہ شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء سے وفات تک مسلسل آپ بہار واُڑیسہ کے قاضی القضاۃ

رہے اور مولانا سید نظام الدین صاحب کے امیر شریعت منتخب ہونے کے بعد نائب امیر شریعت بھی نامزد کئے گئے۔

آپ کی ملی وقومی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا، امارت شرعیہ میں آپ اس وقت آئے جب کام کرنے والوں کو بیٹھنے کے لئے باقاعدہ بوریا بھی میسر نہیں تھا اور امارت کا دائرہ اثر پٹنہ اور صوبہ کے کچھ مخصوص علاقوں تک محدود ہوکر رہ گیا تھا، بیت المال خالی تھا، دارالقضاء کا کام پھلواری شریف تک محدود ہوکر رہ گیا تھا اور پورے صوبہ میں صرف ایک دو مقامات پر دارالقضاء قائم تھے، آپ کی کوششوں سے موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے اور انتظام وانصرام کا شعبہ ان سے متعلق ہوا، قضاء کے نظام کی توسیع اور زیادہ سے زیادہ مقامات پر دارالقضاء کے قیام کے لئے آپ نے شبانہ روز جدوجہد کی، اس اہم اور نازک کام کے لئے افراد کار تیار کئے، امارت شرعیہ کا وفد لے کر گاؤں گاؤں پہنچے، قریہ قریہ کو امارت کی تنظیم سے منسلک کیا، مکاتب قائم کئے، لوگوں کے باہمی نزاعات کا تصفیہ کیا اور مدتوں کی مقدمہ بازیاں چند ساعتوں کی کوشش سے ختم ہوئیں، دورہ کے ذریعہ شہر شہر گاؤں گاؤں پہنچے، آپ کی اس جدوجہد کا یہ فائدہ ہوا کہ ہر عام وخاص کی امارت سے وابستگی بڑھی اور امارت کے تمام شعبوں کو استحکام حاصل ہوا، دارالقضاء میں مقدمات کی آمد بڑھی، دارالافتاء میں سوالات کی کثرت ہوئی، بیت المال کو استحکام حاصل ہوا، مسلمانوں میں آپ اپنی تعلیم کے نظم کا مزاج پیدا ہوا اور بہار واُڑیسہ میں امارت کی آواز مسلمانوں کے مسائل کے لئے ایک ایسی نمائندہ آواز سمجھی گئی کہ حکومتیں بھی اسے اہمیت دینے پر مجبور ہوئیں اور اربابِ اقتدار کو بھی ان بوریہ نشینوں کی بارگاہ میں حاضری کے سوا چارہ نہ رہا۔

پھر بہار کے خوں آشام ہندو مسلم فسادات میں امارت نے مظلوم وستم رسیدہ مسلمانوں کے مالی واخلاقی، سیاسی اور قانونی مدد میں اتنا جرأتمندانہ کردار ادا کیا کہ ہندوستان میں شاید ہی اس کی مثال مل سکے، بھاگلپور کے انسانیت سوز فسادات؛ بلکہ پولیس ایکشن میں امارت اور اس کے ذمہ داروں نے جس طرح اپنی راحتوں کو تج کر دن رات کام کیا، وہ ملت کے لئے خدمت

کا ایک نمونہ ہے، ان تمام کاموں میں حضرت قاضی صاحبؒ کی منصوبہ بندی اور اقدامی صلاحیت، خوش تدبیری، انتھک محنتوں اور عملی کاوشوں کا بڑا حصہ تھا۔

''خدمتِ خلق'' گو امارت شرعیہ کے مقاصد واہداف میں داخل ہے؛ لیکن عام طور پر یہ کام مقامی ریلیف تک محدود تھا، آپ ہی کی تحریک پر مولانا سجاد ہاسپٹل کا پروگرام بنا، آپ نے اس کی منصوبہ بندی کی، اس کے لئے مناسب وسائل کا نظم کیا اور اپنے رفقاء کے تعاون سے اس کام کو عملی جامہ پہنایا، اس طرح امارت شرعیہ سے انسانی بنیادوں پر خدمتِ خلق کے کام کی ایک نئی روایت قائم ہوئی، اس وقت الحمدللہ بہار جیسی پسماندہ ریاست میں یہ ہسپتال غریب لوگوں کے لئے عصری اور طبی مدد کا ایک بہت بڑا وسیلہ ہے!

امیر شریعت خامس حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کا عہد امارت گو مختصر رہا؛ لیکن خاموشی کے ساتھ ٹھوس اور تعمیری کام کے اعتبار سے یہ امارت کا یادگار عہد ہے، آپ ہی کے عہد میں امارت نے مسلمان نوجوانوں کے لئے ٹیکنیکل تعلیم کی طرف توجہ کی، جس کی ابتداء پھلواری شریف میں 'مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ' کے قیام سے ہوئی، جس نے سینکڑوں بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، اب دربھنگہ، ساٹھی، کٹیہار اور اُڑیسہ میں بھی امارت نے اسی نوعیت کے انسٹی ٹیوٹ قائم کئے ہیں اور کئی جگہ پر اس کی کوشش ہو رہی ہے، ٹیکنیکل تعلیم کے اس پورے نظام کے اصل منصوبہ ساز اور پھر اس کے لئے مطلوبہ مالی اور افرادی وسائل کی فراہمی کے ذمہ دار اصل میں حضرت قاضی صاحبؒ ہی تھے اور شاید ہی کوئی حقیقت پسند اور واقف احوال اس سے انکار کر سکے، فسادات کی ہلاکت خیزیوں اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے موقع پر امارت شرعیہ نے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، اس کے علاوہ شمالی بہار میں کالا آزار کی بیماری سے نمٹنے کے لئے آپ کی تحریک اور کوششوں سے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام جو میڈیکل کیمپ قائم ہوئے، خدمتِ خلق کے نقطۂ نظر سے وہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، جس سے بے شمار غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کو نفع پہنچا ہے۔

نظام قضاء کی توسیع امیر شریعت رابعؒ کا خاص ہدف تھا اور واقعہ ہے کہ ان کے عہد

امارت میں صوبوں اور بیرون صوبہ قضاء کے نظام کو جو وسعت حاصل ہوئی، وہ امارت کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، اس تحریک میں جہاں امیر شریعت رابع کی توجہات اور موجودہ امیر شریعت سادس کی انتظامی صلاحیتوں کا حصہ ہے، وہیں حضرت قاضی صاحبؒ اس تحریک کے روح رواں، اس کا دماغ اور اس کی زبان بن کر رہے، امیر شریعت رابع نے امیر منتخب ہونے کے بعد خانقاہ رحمانی مونگیر میں تربیت قضاء کا پہلا کیمپ رکھا، پھر دوسرا کیمپ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد ہوا، اس میں صوبہ بہار کے علاوہ مختلف صوبوں اور مختلف مکاتب فکر کے اہل علم نے شرکت کی، اس تربیتی کیمپ کی منصوبہ بندی اور علمی اعتبار سے مسائل قضاء کی تفہیم اور کار قضاء کی تربیت کا پورا کام آپ ہی کے ذریعہ انجام پایا اور اس میں شبہ نہیں کہ اس تربیتی کیمپ نے گہرے اثرات ڈالے اور بہار کے علاوہ مختلف شہروں میں دار القضاء کا نظام عملی طور پر قائم ہو گیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح کے وقتی پروگرام کے ذریعہ مستقل طور پر افراد سازی کا کام انجام نہیں پا سکتا تھا، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے قضاء و افتاء کی تربیت کے لئے ایک مستقل ادارہ کی تشکیل ''المعہد العالی لتدریب القضاء والافتاء'' کے نام سے امارت ہی کے زیر انتظام فرمائی، جو نہایت ہی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے اور اس وقت تربیت قضاء و افتاء کے لئے پورے ملک کا مرجع بنا ہوا ہے، اس کے علاوہ مسلمانوں کے تحفظ، ان کی قانونی مدد، دعوت و اصلاح، تحفظ شریعت اور کتنی ہی قومی اور اصلاحی خدمت ہے، جسے آپ نے امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے انجام دیا ہے۔

قانونِ شریعت کا جو فہم اور عقلی اور منطقی طور پر اسلام کے قانون معاشرت کو سمجھانے کا جو خداداد ملکہ آپ کو حاصل تھا، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے معاصرین میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی؛ اس لئے مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک میں آپ نے شروع سے سرگرم رول ادا کرتے رہے ہیں، متبنٰی بل کا قضیہ ۱۹۷۲ء میں کھڑا ہوا اور امیر شریعت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی تحریک پر

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے مسلم پرسنل لا کے موضوع پر دارالعلوم میں قائدین اُمت اور علماء و اہل دانش کا پہلا اجلاس طلب کیا تو اس کی تیاری کے لئے بزرگوں کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور آپ نے تقریباً ایک ماہ دارالعلوم میں قیام کر کے مسلم پرسنل لا بورڈ کے تمام پہلوؤں پر بحث کا خاکہ مرتب کیا، ان نکات کو متعین کیا جو مسلم پرسنل لا کے مخالفین کا خاص ہدف ہیں، یہیں سے 'مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی' کی تیاری کا آغاز ہوا، جس کی مجلس داعیان کے ایک رکن آپ بھی تھے۔

ممبئی میں مسلم پرسنل لا کے مسئلہ پر جو عظیم الشان کنونشن منعقد ہوا، وہ اُمت کی اجتماعیت کی ایک ایسی مثال تھی کہ خلافت تحریک کے بعد اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اس کنونشن کی تیاری اور اس کے لئے فضاء کی ہمواری میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں، پھر بورڈ کی تشکیل کے بعد شروع ہی سے آپ اس کے رکن تاسیسی اور مجلس عاملہ کے رکن رکین رہے، حضرت مولانا رحمانی بورڈ کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اور آپ نے ان کا دست و بازو بن کر کام کیا اور ہمیشہ اس تحریک کے سب سے مؤثر وکیل اور ترجمان رہے، شاہ بانو کیس کے نتیجہ میں جو تحریک اُٹھی، اس میں آپ نے پورے ملک کا دورہ کیا، مولانا رحمانی کے بعد عام رجحان یہی تھا کہ جنرل سکریٹری کے عہدہ کے لئے آپ کی شخصیت ہی سب سے موزوں ترین شخصیت ہے، بابری مسجد کی شہادت کے واقعہ کے بعد مسلمانوں کے مجروح دلوں پر مرہم رکھنے اور ان کی پست ہوتی ہوئی ہمتوں کو اونچا اُٹھانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

بورڈ کے دوسرے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی وفات کے بعد آپ کی سنگین اور مسلسل علالت کے باوجود ساری اُمت اسلامیہ ہند کی نگاہ آپ پر مرکوز تھی اور اس طرح اتفاق رائے سے آپ بورڈ کے تیسرے صدر منتخب ہوئے، بورڈ کی صدارت کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے بورڈ کے کردار کو فعال بنانے پر خصوصی توجہ دی، اس کے مرکزی دفتر کو عصری سہولتوں سے آراستہ کیا، مسلم پرسنل لا سے متعلق فقہی و قانونی کتابوں پر مشتمل لائبریری بھی قائم کی گئی۔

صدر بورڈ منتخب ہونے کے بعد اجلاسِ بنگلور میں آپ نے جو خطبۂ صدارت دیا، وہ بورڈ کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے لائق ہے، اس میں آپ نے سنگھ پریوار کے نمائندوں کو خصوصاً اور عام برادران وطن کو عموماً کھلے اور بے غبار لفظوں میں اسلام کی آفاقی سچائی کو قبول کرنے اور خدا کی آواز پر لبیک کہنے کی دعوت دی، اُردو اور انگریزی اخبارات، نیز الیکٹرانک میڈیا نے نہایت نمایاں طریقہ پر حق وراستی کی اس للکار کو پوری اہمیت کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا۔

ہندوستان میں مختلف جماعتیں اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں، ان میں بعض جماعتیں تو سیاسی ہیں، بدقسمتی سے ملی مفادات کے مقابلہ سیاسی اور گروہی مفادات کی فکر نے ان میں ایسے فاصلے پیدا کر دیئے ہیں جیسے دریا کے دو کنارے؛ حال کہ دونوں کے ہاتھوں میں قوم وملت کی سربلندی کا جھنڈا ہے؛ لیکن ان میں وسیع تر مفادات کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے اور شانہ بشانہ ہو کر آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں، قومی اور ملی مسائل کی ترجمانی کرنے والی کچھ غیر سیاسی مذہبی تنظیمیں بھی ہیں؛ لیکن یہ مخصوص مذہبی پس منظر اور نقطۂ نظر کی حامل ہیں؛ اس لئے وہ مسلمانوں کے ایک مخصوص گروہ کی نمائندگی کرتی ہیں، دوسرے حلقہ کے لوگوں کو ان سے تعلق نہیں؛ بلکہ ایک دوسرے کی تفسیق اور بعض اوقات تکفیر پر کمر بستہ رہتے ہیں، اُمت کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جس کو کسی تنظیم یا تحریک سے تعلق نہیں، یہ سیدھے سادھے مخلص اور گروہی تنگ نظریوں سے بلند عام مسلمان ہیں۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے تحفظ شریعت کی مہم کی حد تک ان گروہوں کو جوڑا ہے؛ لیکن اُمت کے دوسرے سیاسی، تعلیمی، ثقافتی اور معاشی مسائل کو اس نے اپنی کوششوں کا ہدف نہیں بنایا ہے؛ تا کہ ان مسائل میں فکر ونظر کا اختلاف بورڈ کی وحدت کو متاثر نہ کرے، اسی پس منظر میں ۱۹۶۵ء میں مجلس مشاورت کی تشکیل عمل میں آئی تھی؛ لیکن افسوس کہ مشاورت کی بعض دستوری خامیوں، تنظیموں کے جماعتی تحفظات اور بتدریج مخلص اور فعال قائدین سے محرومی،

نیز بعض اہم جماعتوں کی اس وفاق سے علاحدگی کے سبب مجلس مشاورت ایک کاغذی تحریک بن کر رہ گئی اور قوم وملت کے مسائل کی ترجمانی میں عملاً اس کا کوئی کردار باقی نہیں رہا۔

اس خلا کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے آل انڈیا ملی کونسل کی ۱۹۹۲ء میں تشکیل فرمائی، جس میں ملک گیر سطح پر مختلف صلاحیتوں کو جمع کیا گیا اور ایک جامع پروگرام کے ساتھ اُمت کی ہمہ جہت ترقی کو ہدف بنایا گیا، وحدت کلمہ کی بنیاد پر اُمت کو جوڑنا، جہاں پہلے سے کوئی اچھا کام ہو رہا ہو، اس کو تقویت پہنچانا، جہاں نہیں ہو رہا ہو، وہاں براہ راست یا بالواسطہ کام کرنا اور ایک ہی طرح کی کوششیں مختلف سمتوں سے ہو رہی ہوں تو ان کو باہم مربوط کرنے کی کوشش کرنا کونسل کا بنیادی مقصد ہے، واقعہ یہ ہے کہ ملی کونسل کے پلیٹ فارم نے نفرت کی بجائے وحدت، تصادم کی بجائے تعاون اور اُمت کی مختلف ضروریات کے لحاظ سے مختلف صلاحیتوں کو اُبھارنے اور باصلاحیت نوجوانوں کی ایک تازہ دم ٹیم تیار کرنے کا ایسا کام کیا ہے، جس کے دوررس اثرات محسوس کئے جا رہے ہیں، ٹاڈا قانون کی تنسیخ، انتخابی سیاست میں مسلمانوں کا ووٹ متحد کرنے اور مردم شماری کے موقع پر مسلمانوں کو متوجہ کرنے، نیز دینی اور عصری تعلیم میں ان کو آگے بڑھانے اور کسی بھی سیاسی اور مذہبی مسئلہ پر حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا جو کام کونسل نے کیا ہے، وہ ہندوستان کی ملی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، اسی سلسلہ کی ایک ملک گیر کوشش کاروانِ آزادی اور کاروانِ اتحاد کی صورت میں ہو چکی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ان تمام کوششوں کے پیچھے جو دل تڑپتا اور جو دماغ سوچتا تھا اور جس کی سخن دل نواز نے سوئے ہوئے کو بیدار اور نہ چلنے والوں کو چلنے پر مجبور کیا تھا، وہ آپ ہی کی شخصیت تھی اور یہ آپ ہی کی کوشش تھی، جس نے مختلف مسلک ومشرب، مزاج و مذاق اور فکر وذہن کے لوگوں کو دوش بدوش کھڑا کر دیا تھا، گو آپ [illegible] الت اور بہت سے علاقوں میں مقرر ذمہ داران کے تساہل کی وجہ سے کونسل کی سرگرمیوں میں اب وہ جوش وخروش نظر نہیں آتا جو ابتداء قیام کے زمانہ میں تھا؛ لیکن کونسل کی اہمیت اور ضرورت آج [illegible] ہے، بہر حال ملی کونسل کے پلیٹ فارم سے جو کچھ بھی کام ہوا ہے، وہ آپ کی ملی خدمات کا ایک زریں باب ہے۔

افراد سازی اور مردم گری آپ کا خاص مزاج تھا، اور امارت شرعیہ بہار واُڑیسہ میں شروع ہی سے اس کو آپ نے خصوصی اہمیت دی؛ چنانچہ انفرادی طور پر کتنے ہی قضاۃ ہیں جو آپ سے تربیت پاکر ملک کے مختلف علاقوں میں قضاء کا کام انجام دے رہے ہیں، زندگی کے آخری دہے میں آپ نے دو ایسے اداروں کی تشکیل کی، جس نے دینی مدارس کے فضلاء اور نوجوان علماء کی تربیت میں ایک انقلابی کردار ادا کیا ہے، ان میں ایک تو 'اسلامک فقہ اکیڈمی' کا قیام ہے، جس میں اس وقت ملک بھر کے ذہین اور باصلاحیت اصحابِ علم شریک ہیں، اکیڈمی کے ذریعہ نئے اور اہم مسائل پر مسلسل سیمینار ہو رہے ہیں اور ان سیمناروں نے کیسی کیسی صلاحیتوں کو اُبھارا اور گمنام اصحاب علم کو متعارف کرایا ہے اور ایک نیا علمی جوش اور ولولہ عطا کیا ہے، اس کی شہادت کے لئے اکیڈمی کے فقہی مجلات کافی ہیں۔

دوسرے: امارت شرعیہ کے تحت ''المعهد العالي للتدريب في القضاء والافتاء'' کا قیام ہے، جس کے تحت قضاء اور افتاء کی تربیت کا ایک مستقل اور معیاری انتظام ہوگیا ہے اور اس وقت ملک کے کونہ کونہ اور دوسرے ملک سے اصحابِ علم وفضل یہاں آکر کسبِ فیض کر رہے ہیں، یہ دونوں ادارے جو اصل میں آپ ہی کی فکر کا عکس جمیل ہیں، گو ان کی عمر زیادہ نہیں ہے؛ لیکن کم مدت میں ان اداروں کے ذریعہ افراد سازی کا قابل قدر کام انجام پایا ہے اور اُمید ہے کہ مستقبل میں اس کے دوررس اور گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔

اس کے علاوہ دینی تعلیم کا فروغ اور اس کے معیار کو بہتر بنانے کی سعی وکوشش آپ کی زندگی کا خاص مشن رہا ہے، بہار واُڑیسہ میں درجنوں مدارس آپ کی سرپرستی میں کام کررہے تھے اور بعض قدیم اور بڑے مدارس وہ تھے، جو تمام بنیادی اُمور میں آپ ہی کے مشورہ سے قدم اُٹھاتے تھے، بہار کے وہ مدارس جو سرکار سے ملحق نہیں ہیں، ان کے معیار تعلیم کو اونچا اُٹھانے اور نصاب ونظام میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کے زیر سرکردگی 'آزاد دینی مدارس بورڈ' کا قیام عمل میں آیا تھا، اس وقت آپ جامعہ رحمانی میں مدرس

تھے، آپ نے اس بورڈ کے قیام اور پھر اس کے انتظام وانصرام میں سرگرم رول ادا کیا تھا، مگر افسوس کہ مدارس کی باہمی آویزش کی وجہ سے یہ وفاق زیادہ دنوں تک متحرک نہ رہ سکا، پھر آپ ہی کی تحریک پر امارت شرعیہ بہار و اُڑیسہ کے زیر اہتمام 'جامعہ رحمانی مونگیر' میں 'مدارس اسلامیہ کونشن' منعقد ہوا، تقریباً ڈیڑھ سو مدارس کے نمائندے شریک ہوئے، پورے ملک سے مختلف مکتبِ فکر کے مدارس اور دینی تعلیم کے ماہرین اکٹھا ہوئے اور دینی مدارس کے نصاب و نظام کے سلسلے میں بڑی مفید تجاویز منظور ہوئیں، نیز "مدارسِ اسلامیہ کونسل" کا قیام عمل میں آیا، اس اجلاس کے محرک بھی آپ ہی تھے اور مجلس استقبالیہ کے صدر اور کرتا دھرتا بھی؛ لیکن بدقسمتی سے یہ کونسل محض ایک کاغذی ادارہ بن کر رہ گئی اور عملی طور پر اس نے کوئی کام نہیں کیا۔

امیر شریعت خامس حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ کے عہد میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام پھر بہار کے دینی مدارس کا ایک اہم اجتماع منعقد ہوا، اس اجتماع میں "وفاق المدارس اسلامیہ بہار" کی تشکیل عمل میں آئی، موجودہ امیر شریعت اس وفاق کے سرپرست ہیں اور آپ اس کے پہلے صدر اور روح رواں تھے، یہ اجلاس اور وفاق اصل میں آپ ہی کی توجہ اور تحریک کا نتیجہ ہے، جس میں بہار کے دو سو سے زیادہ آزاد دینی مدارس شریک ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ اس وفاق نے بہار کے مدارس کے گرتے ہوئے تعلیمی معیار کو اونچا اُٹھانیکی سعی کی ہے اور پورے ملک میں اس کو ایک قابل تقلید وفاق تصور کیا جا رہا ہے۔

آپ نے کل ہند سطح پر بھی مدارس کے نظام تعلیم و تربیت کی اصلاح و ترقی اور حکومت کے ناپاک عزائم سے مدارس کی حفاظت کے لئے دینی مدارس کا وفاق قائم کرنے کی کوشش فرمائی اور اس سلسلہ میں آل انڈیا ملی کونسل کے تحت دہلی میں ایک نمائندہ اجتماع منعقد ہوا؛ لیکن افسوس کہ بعض حلقوں نے تعاون کے بجائے تصادم اور مخالفت کی راہ اختیار کی، اس طرح ایک اہم کام جو ہونا چاہئے اور جس سے معیار تعلیم کو اونچا اُٹھانے میں بڑی مدد ملتی، تشنۂ تکمیل رہا۔

ایک بہت ہی اہم مسئلہ دیہات اور قریہ جات میں مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے بنیادی دینی تعلیم کے انتظام کا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس مقصد کے لئے مکاتب کا قیام اس وقت

بڑی دینی جامعات کے قیام سے بھی زیادہ ضروری ہے اور اس کے بغیر آئندہ نسل کے ایمان کی حفاظت اور ان کی اسلامی شناخت کا برقرار رکھنا دشوار ہو جائے گا، اس جانب قاضی صاحب کی خاص توجہ تھی اور اس پیغام کو آپ نے امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے دیہات دیہات پہنچایا تھا؛ چنانچہ آپ نے امارت کے زیر اہتمام بہار و اُڑیسہ میں دوسو سے زیادہ مکاتب قائم کئے تھے۔

غرض کہ پورے ملک میں عموماً اور بہار میں خصوصاً دینی تعلیم کے فروغ، مدارس کے استحکام اور نظام تعلیم کی اصلاح و ترقی آپ کی کوششوں کا خاص ہدف رہا ہے اور اس سے دور رس فوائد حاصل ہونے کی توقع ہے۔

جہاں آپ نے دینی تعلیم کے فروغ میں کوششیں کی ہیں، وہیں مسلمانوں کے لئے ماڈرن ایجوکیشن پر بھی آپ کی پوری توجہ تھی، آپ نے اپنے قصبہ جالے ضلع دربھنگہ (بہار) میں ایک بہت وسیع ایجوکیشنل کیمپس قائم کیا ہے، جس میں پرائمری اسکول سے لے کر ڈگری کالج اور ٹیچر ٹریننگ کالج تک ہر سطح کی تعلیم کا نظم کیا گیا تھا، افسوس کہ حکومت بہار کی بے توجہی کی وجہ سے یہ ادارے پنپ نہیں سکے؛ لیکن نتیش کمار کے چیف منسٹر بننے کے بعد سے یہ گلشنِ خزاں رسیدہ دوبارہ بہار بہ دوش ہو رہا ہے۔

امارت شرعیہ کے تحت اس کے مرکزی احاطہ میں نیز پورنیہ، دربھنگہ اور ساٹھی وغیرہ میں مختلف ٹیکنیکل ادارے قائم ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے بے روزگار نوجوانوں کو روزگار کے مواقع حاصل کرنے میں بڑی آسانی بہم پہنچی ہے، ان اداروں کے قیام اور اس کے لئے وسائل کی فراہمی میں حضرت قاضی صاحب کا بنیادی رول تھا، ملک کے بعض دوسرے علاقہ میں بھی کونسل کے تحت ماڈرن اور ٹیکنیکل ایجوکیشن کے اداروں کے قیام کے لئے آپ پوری قوت کے ساتھ کوشاں تھے اور جو لوگ پہلے سے اس کام کو کر رہے تھے، آپ نے ہمیشہ ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

تعلیم کے مسئلہ کو آپ ہمیشہ انسانی نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے اور برادرانِ وطن کو قریب کرنے کی کوشش کرتے تھے؛ چنانچہ جدید تعلیم کے ان اداروں سے جہاں مسلمان بچے استفادہ

کررہے ہیں، وہیں غیر مسلم بچوں کو بھی ان سے استفادہ کے مواقع حاصل ہیں، گویا دینی اورعصری اور مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں —— دونوں کے لئے آپ نے علم کی شمع جلائی اور ان کو نور تعلیم سے آشنا کرنے کی تدبیر فرمائی۔

حضرت قاضی صاحبؒ کو تقریر وخطاب کا خاص ملکہ تھا، بے ساختہ، تصنع سے پاک، دلوں میں اُتر جانے اور کانوں میں رس گھولنے والی آواز، موقع ومحل اور مخاطب کے اعتبار سے الفاظ کا انتخاب، آورد کی بجائے آمد، قصہ کہانی سے بچتے ہوئے کتاب وسنت کے ٹھوس دلائل اور صحابہ کے واقعات، نیز اپنے عہد کے حالات پر ان کی تطبیق، یہ آپ کی تقریروں کے نمایاں پہلو ہیں، اگر اس عہد کے دو تین سب سے مؤثر خطباء کے نام لکھے جائیں تو شاید ان میں سر فہرست آپ ہی کا نام ہوگا۔

آپ کے خطاب کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ جو کچھ کہتے تھے، وہ حالات کی رعایت کے ساتھ، علماء ہوں تو علمی اور فنی گفتگو، جدید تعلیم یافتہ لوگ ہوں تو ان کی زبان واصطلاحات میں، عوام ہوں تو ان کے فہم کے مطابق، موضوع بھی عوامی اور زبان بھی آسان سے آسان تر، جوش کی جگہ جوش اور ہوش کی جگہ ہوش، کہیں شعلہ اور کہیں شبنم! لیکن ہر بات جذبہ دروں کی شمولیت کی وجہ سے ''از دل ریزد بر دل خیزد'' کا مصداق، اگر مجمع میں برہمی اور بکھراؤ کی کیفیت پیدا ہوجائے تو اس کو سنبھالنے کی خاص صلاحیت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، مثلاً: مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس احمد آباد کی ایک نشست میں ایک صاحب نے کسی قدر غیر متوازن تقریر کردی اور احناف اور غیر مقلدین کے درمیان زیر بحث ایک اختلافی مسئلہ چھڑ گیا، جس سے اچھا خاصا تکدر پیدا ہوگیا اور بڑی بدنظمی کی کیفیت ہوگئی، خود صدر اجلاس حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مضطرب ہوگئے، ان کی ایماء پر قاضی صاحب نے اسٹیج سنبھالا اور صرف چند منٹ کے درد انگیز خطاب نے نہایت ہی اعتدال اور توازن کے ساتھ اس کیفیت کا ازالہ بھی فرمادیا، ساتھ ہی ساتھ آپ نے بلا تاخیر دوسرے ایجنڈے کو چھیڑ دیا اور گفتگو کا رُخ موڑ کر رکھ

دیا، اس موقع سے حاضرین میں سے شاید ہی کوئی ہو جس کی آنکھ نم نہ ہوئی ہو۔

کئی دہائیوں سے یہ صورت حال تھی کہ مسلمانانِ ہند کا جب بھی کوئی قومی، علمی اور مذہبی اجتماع ہو اور اس میں آپ شریک ہوں تو آپ کے خطبہ کی حیثیت اس اجتماع کے کلیدی خطاب کی ہوتی ہے، اس نسبت سے آپ امریکہ، برطانیہ، ساؤتھ افریقہ، خلیجی ممالک، برصغیر میں پاکستان و بنگلہ دیش وغیرہ تشریف لے جاتے تھے اور ہندوستان میں تو شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں اس حیثیت سے آپ کا قدم نہ پہنچا ہو، مسلمانوں کی فکر، ان کے درد میں گھلاؤ اور گاؤں گاؤں پہنچ کر ان سے گفتگو اور اس کے لئے اپنی صحت سے بے نیازی ہی کے نتیجہ میں آپ کی صحت کی وہ کیفیت ہوگئی، جو بہ ظاہر آپ کے لئے سفر آخرت کی سواری ثابت ہوئی۔

آپ کا اصل میدان علم و تحقیق تھا، اگر تبحر عالم کی تعریف ایسے شخص سے کی جائے، جس سے گفتگو کرتے ہوئے انسان پر اپنا جہل واضح ہو جائے، تو یقیناً آپ کی شخصیت کو اس کا مصداق قرار دیا جا سکتا تھا، جن حضرات نے آپ کو قریب سے دیکھا اور آپ کی مجلسوں میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہے اور علمی مسائل میں اسے آپ سے تبادلہ خیال کا موقع ملا ہے، وہ یقیناً اس کا اعتراف کریں گے، مشکل مسائل کو سہل طریقہ پر بیان کرنے اور اس کی روح تک پہنچ کر مسئلہ کو سمجھانے کا خاص ملکہ اللہ نے آپ کو عنایت فرمایا تھا، گو ملی مشغولیات کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ دینے کا موقع نہیں مل پایا اور تالیف برائے تالیف کے آپ قائل نہیں تھے، اس کے باوجود آپ کا جو کچھ علمی سرمایہ لوح و قلم نے محفوظ کیا ہے، وہ ''کم'' کے اعتبار سے بھی اور اس سے زیادہ ''کیف'' کے اعتبار سے ایک گنج گراں مایہ ہے!

اسلام کا عدالتی نظام فقہ اسلامی کا نہایت ہی اہم موضوع ہے اور عربی زبان میں اس پر درجنوں کتابیں مختلف عہد میں لکھی گئی ہیں، اُردو زبان کا دامن قریب قریب اس سے بالکل ہی خالی تھا اور یہ کام ہے بھی نازک اور مشکل، ایک طرف قانون قضاء پر نگاہ ہو، دوسرے کار قضاء انجام دینے کا علمی تجربہ ہو اور تیسرے ہندوستان کے مخصوص حالات اور محدود وسائل

کے پس منظر میں ان فقہی آراء کی تطبیق کی صلاحیت ہو، جو اس موضوع پر عمیق نظر اور احوال زمانہ سے گہری واقفیت کے بغیر ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت آپ کی قسمت میں لکھی تھی؛ چنانچہ آپ نے اس موضوع پر ''اسلامی عدالت'' کے نام سے ایک نہایت ہی جامع کتاب تالیف کی، جس میں ادب قضاء کی تمام بحثیں دفعہ وار اور حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ جمع کردی گئی ہیں، کتاب کا مقدمہ فقہ کے اُصولی مباحث اور قضاء کی تاریخ سے متعلق ہے، جو اپنے علمی مواد کے اعتبار سے اہل علم کے لئے نہایت قیمتی چیز ہے، اس کتاب کا امتیازی پہلو قضاء سے متعلق نئے مسائل، نیز ان مسائل کی عقدہ کشائی ہے، جن پر ہندوستان اور ان جیسے ملکوں میں مسلمانوں کے مقرر کئے ہوئے قاضی کے لئے عمل کرنا دشوار ہے، آپ نے فقہاء کی عبارتوں میں غواصی کر کے اور شریعت کے مقاصد کو سامنے رکھ کر اسے حل کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا عربی ترجمہ ''النظام القضائی الاسلامی'' کے نام سے بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

نظام قضاء سے طویل وابستگی کے سبب اسلام کے عائلی قوانین آپ کی فکر ونظر کی خاص جولانگاہ ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت عائلی قوانین کا جو مجموعہ مدون ہوا ہے، اس میں آپ کا بھی نمایاں حصہ ہے، اس کے علاوہ قاضی شریعت امارت شرعیہ بہار و اُڑیسہ کی حیثیت سے آپ نے سینکڑوں فیصلے کئے ہیں، یوں تو یہ فیصلے زندگی کے مختلف شعبوں کے مقدمات سے متعلق ہیں؛ لیکن اکثر مقدمات معاشرتی مسائل ہی کے ہیں، ان سے اس راہ کے نوواردوں کو فصل خصومات کے طریقہ کار کے متعلق واضح اور عملی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، یہ فیصلے ابھی تک کتاب کی صورت میں طبع نہیں ہوئے ہیں؛ لیکن سہ ماہی ''بحث ونظر'' میں ان کی ایک اچھی خاصی تعداد طبع ہو چکی ہے، ان فیصلوں کو اس حقیر نے خصوصی شمارہ کی حیثیت سے شائع کردیا ہے؛ لیکن ان کے علاوہ بہت سارے فیصلے تشنۂ طبع ہیں۔

ہندوستان میں اگر تین چار مصروف ترین دارالافتاء کو شمار کیا جائے تو ان میں ایک دارالافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار بھی ہوگا، یہاں کا دارالافتاء بھی قدیم زمانہ سے کارکرد ہے، بانی امارت شرعیہ حضرت ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ —— جن کو علامہ کشمیری جیسے

جوہر شناس بزرگ نے ''فقیہ النفس'' کا لقب دیا ہے ــــ خود بھی فتاویٰ دیا کرتے تھے، قاضی صاحبؒ نے ایک جلد میں ان فتاویٰ کو جمع کیا ہے اور اس کو اپنی بیش قیمت تعلیقات سے مزین فرمایا ہے، جن میں کہیں کہیں صاحب فتاویٰ پر استدراک بھی ہے، جہاں یہ فتاویٰ مولانا سجاد صاحب کی گہری فقہی بصیرت کے شاہد ہیں، وہیں مرتب کے عمق نظر اور وسعت مطالعہ کی دلیل بھی۔

تقریباً پانچ سال آپ سخت علالت سے دوچار رہے؛ لیکن اس علالت میں ایک خیر کا پہلو یہ تھا کہ متعدد علمی کام جو یکسوئی اور کامل توجہ کا طالب تھا اور جس کا حاصل ہونا آپ کی ملی سرگرمیوں کی وجہ سے بظاہر دشوار تھا، اس کو اس بیماری کے زمانہ نے پورا کرایا؛ چنانچہ قضاء کے موضوع پر نہایت ہی اہم کتاب ''صنوان القضاء'' پر اسی زمانہ میں آپ نے تعلیق وتحقیق کا کام کیا ہے، جو چار جلدوں میں کویت کی وزارت اوقاف سے طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے، یہ کتاب تو اپنی جگہ اہم ہے ہی، آپ کی مبسوط تعلیقات نے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ کردیا ہے، دوسرا اہم کام ''وزارۃ الاوقاف'' کویت سے طبع ہونے والی ''الموسوعۃ الفقہیہ'' کے ترجمے کا ہے، جسے آپ کی نگرانی میں انجام دیا جارہا تھا اور آپ بہ نفس نفیس اس پر آخری نظر ڈالتے تھے، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا تھا، آپ کی وفات کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے، جو یقیناً تو اُردو کے کتب خانہ میں ایک عظیم الشان اضافہ ہے۔

آپ کی تصنیفی اور فقہی خدمات میں ایک اہم عنوان سہ ماہی ''بحث ونظر'' کا اجراء ہے، جو اُردو زبان میں اپنی نوعیت کا منفرد جریدہ ہے، اس میں فقہ کی اُصولی بحثیں فقہی مسائل پر تحقیقی مقالات، اہم فتاویٰ ومقدمات کے فیصلے، اہم علمی شخصیتوں اور کتابوں کا تعارف اور نو طبع شدہ کتابوں پر تبصرہ کے علاوہ ملکی وملی مسائل پر تجزیاتی شذرات بھی اداریہ کی شکل میں موجود ہوتے ہیں، یہ رسالہ اہل علم اور اصحابِ دانش کے لئے نہایت قیمتی اثاثہ ہے اور محض وقتی رسالہ نہیں؛ بلکہ مستقل دستاویز ہے، یہ رسالہ آپ ہی کی ادارت میں شائع ہوتا تھا، جس نے اہم موضوعات پر قلم اُٹھانے والے تازہ دم فضلاء کی تربیت بھی کی ہے اور ان کو متعارف بھی کرایا ہے، بحمد اللہ اب بھی راقم سطور کی ادارت میں یہ جریدہ جاری ہے۔

حضرت قاضی صاحب کی فکر کا امتیاز عدل اور اعتدال ہے، اعتقادات کے باب میں آپ کے یہاں اہل سنت والجماعت کے سلف صالحین کی رائے پر تصلب ہے؛ لیکن اختلاف رائے کے باوجود اُمت کی اجتماعیت کی اور ہندوستان میں مسلمانوں کے مشترک مسائل کے لئے زیادہ سے زیادہ اجتماعی قوت کی فراہمی کی فکر آپ کو بے چین رکھتی تھی، فقہی مسائل میں آپ کا ذوق خالصتاً اعتدال پر مبنی تھا، آپ اس تجدد اور اباحیت کے سخت مخالف تھے، جو اجتہاد کے نام پر شریعت کی نصوص تک کو خاطر میں نہیں لاتے اور اس لئے تقلید کو ایک ضرورت قرار دیتے تھے؛ لیکن دوسری طرف اس تقلید جامد کے بھی آپ قائل نہیں تھے، جس میں حالات کی تبدیلی کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف فقہاء کی جزئیات پر جمود اختیار کیا جائے، یہاں تک کہ لوگ شریعت کو بوجھ اور ناقابل عمل سمجھنے لگیں، اجتہاد کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے؛ کیوں کہ فقہاء نے قضاء وافتاء کے لئے زیادہ مستحق اس شخص کو قرار دیا ہے، جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو تو اگر مطلق باب اجتہاد بند ہو تو پھر یہ بات بے معنی ہو کر رہ جائے گی؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ فی زمانہ صلاحیت اجتہاد کی حامل شخصیتیں مفقود ہیں، نئے مسائل کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ انفرادی اجتہاد کی بجائے ان مسائل پر اجتماعی غور وفکر کی راہ اختیار کی جائے اور اسی پس منظر میں آپ نے اسلامک فقہ اکیڈمی قائم فرمائی۔

اہل علم فقہیات میں قاضی صاحبؒ کے مزاج و مذاق اور فکر ونظر کے اعتدال کو سمجھنا چاہیں تو شرعی رخصتوں اور اس کے ذیل میں آنے والی تلفیق کی بحث کو ملاحظہ کریں، جو آپ کے مضامین کے مجموعہ ''چند اہم فقہی مباحث'' میں شامل ہے، کہ کس طرح افراط وتفریط سے بچتے ہوئے رائے قائم کی گئی ہے؛ چنانچہ منصوص مسائل میں آپ کا رویہ نہایت احتیاط کا تھا، سود کے بارے مین جو احتیاط آپ نے اختیار کی ہے، اس سے بھی یہ حقیقت واضح ہے، جو مسائل اجتہادی ہیں اور ائمہ متبوعین اور سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہ رہ چکے ہیں اور ان میں فقہ حنفی ہی پر قائم رہنے میں بدلے ہوئے حالات کی وجہ سے تنگی یا اباحیت کا اندیشہ ہے، کے

بارے میں آپ کا رجحان تھا کہ علماء اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ بہ قدر ضرورت سلف کی رائے سے استفادہ کرسکتے ہیں؛ کیوں کہ یہ دین کے مقابلہ بے دینی کو اختیار کرنا نہیں ہے؛ بلکہ یہ اختلاف کو اُمت کے لئے رحمت بنانا ہے اور تمام ہی سلف صالحین کے اجتہادات ہمارا اثاثہ اور سرمایہ ہیں، غرض کہ اگر آپ کے فقہی مزاج اور فکری مذاق کو ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو اس کی تعبیر فکر ولی اللّٰہی کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتی۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں افراط وتفریط کی راہ چلنا آسان ہے اور اعتدال کی راہ پر قائم رہنا دشوار؛ کیوں کہ علمی، افراط وتفریط جذباتیت، شدت پسندی اور بے اعتدالی کو جنم دیتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے، اس لئے اگر کوئی شخص گروہی تنگ نظری اور جماعتی تعصب سے خالی ہوکر وہ بات کہتا ہو، جو انصاف کی ہو اور جس کی ضرب افراط پسند اور تفریط پسند لوگوں پر پڑتی ہو تو ان کا رویہ جارحانہ ہوجاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے لے کر شاہ ولی اللہ صاحبؒ تک کون ہے جو اس فکری جارحیت کا ہدف نہ بنا ہو؟ قاضی صاحبؒ نے بھی اس سنت کو پورا کیا؛ لیکن جن لوگوں کی تاریخ پر نظر ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ بے ثبات گھٹائیں ہیں، جو چھٹ جاتی ہیں اور جو فکر کتاب وسنت سے ہم آہنگ اور اُمت کے لئے نافع ہوتی ہے، وہی باقی رہتی ہے۔

ہندوستان میں مختلف مناصب پر فائز ہونے کے علاوہ اسلامک فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ نے آپ کو اپنا رکن، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ نے اکسپرٹ ممبر، المجمع العلمی العالمی دمشق نے رکن اور الہیئۃ الخیریہ العالمیہ نے آپ کو اپنا رکن اعزازی بنایا تھا، ۲۰؍محرم ۱۴۲۳ھ مطابق ۴؍اپریل ۲۰۰۲ء شب جمعہ کو طویل علالت کے بعد آپ کی وفات ہوئی؛ حالاں کہ آپ کی وفات کو عرصہ گذر چکا؛ لیکن دین کے مختلف محاذ پر آپ نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور آپ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے، اس کو آج تک محسوس کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور جن کاموں کو انھوں نے شروع کیا تھا، اس کو جاری وساری رکھے۔ آمین

❁ ❁ ❁